بسم الله الرحمن الرحیم

أهل السنة والجماعة - دفاع احناف دیوبند

کیا نبی کریم ﷺ حاضر ناظر ہیں؟

مسئلہ حاضر و ناظر قراں و حدیث اور مستند دلائل کی روشنی میں

فرمان رسول ﷺ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا

"تقریظ"

ہر چند کہ دیوبندی، بریلوی اختلافی مسئلہ اِسقدر سنگین نہیں جو حل طلب نہ ہو تاہم اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اب کچھ عرصہ سے اس فروعی اختلافی مسئلہ نے باقاعدہ تنازعہ کی صورت اختیار کرلی ہے۔

اگرچہ اس موضوع پر علماء کی کثیر کتب موجود ہیں لیکن اختصار کیساتھ، کتابچہ کی ترتیب پر، عام فہم انداز کہ ہر شخص بہ آسانی سمجھ سکے بہر حال اسکا فقدان تھا۔ مؤلف نے جس جانفشانی سے غیر جانداراانہ طرز پر آیات قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور ائمہ احنافؒ کے فتاوٰی جات کو جمع کیا ہے وہ واقعتاً قابلِ ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعیٔ جلیلہ کو قبول کرتے ہوئے اسے ہزاروں لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کاذریعہ بنائے......(آمین)

احقر مولانا عبدالمجید - مُدرس وناظم اعلیٰ (شعبہء غیر ملکی) - جامعہ بنوریہ

ہم کسی فریق کانام لے بغیر قرآن وسُنت اور فقہء حنفی کی روشنی میں ان چار بنیادی مختلف فیہ عقائد کے بارے میں بحث کرینگے جنکی اثبات ونفی کیوجہ سے دو گروہ وجود میں آئے باقی

سینکڑوں اختلافی مسائل انہی چار میں سے کسی ایک کے ذیل میں آتے ہیں۔

(۱) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم "نور" تھے یا بشر...........؟؟

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم "عالم الغیب" تھے یا نہیں.........؟؟

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ "حاضر وناظر" ہیں یا نہیں...؟؟

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلیم "مختار کُل" ہیں یا نہیں.........؟؟

حاضر وناظر

یہ دونوں عربی زبان کے الفاظ ہیں جنکے معنیٰ "موجود" اور "دیکھنے والا" کے ہیں۔ اور جب دونوں کو ملا کر استعمال کیا جائے تو مراد ہوگی کہ وہ شخصیت جسکا وجود کسی خاص جگہ میں نہیں بلکہ بیک وقت ساری کائنات کو محیط ہے اور کائنات کی ایک ایک شئے کے تمام حالات اوّل تا آخر اسکی نظر میں ہیں۔ اور یہ صفت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہی شایانِ شان ہے۔

آنحضرت ﷺ کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ آپ ﷺ روضۂ اطہر میں استراحت فرما ہیں۔ اور دنیا بھر کے مشتاقانِ زیارت وہاں حاضری دیتے ہیں۔ اگر "حاضر وناظر" سے یہ مطلب لیا جائے کہ اس دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد آپ ﷺ کی روح طیبہ کو اجازت ہے کہ جہاں چاہیں تشریف لیجائیں۔ اوّل تو اس سے آپ ﷺ کا ہر جگہ حاضر وناظر ہونا ثابت نہیں ہوتا مثلاً پاکستان کے ہر شہری کو اجازت ہے کہ وہ ملک کے جس حصّے میں جب چاہے جا سکتا ہے۔ کیا ہر پاکستان حاضر وناظر ہے......؟؟

اب اگر کسی جگہ کا دعویٰ کیا جائے مثلاً بوہرہ پیر میں محفلِ میلاد پر آپ ﷺ تشریف لائے ہیں یہ ایک مستقل دعویٰ ہے جس کی کوئی شرعی دلیل نہیں لہٰذا دعویٰ ہی باطل ٹھرا۔ کیا عقل

اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ ابھی کسی جگہ کچرا خانہ تھا۔ خاکروبوں نے صفائی کی، شامیانہ لگا۔ اسپیکر آئے، قوال آئے لو جی اب آپ ﷺ بھی تشریف لے آئے (نعوذ باللہ من ذالک)

فرض کریں بیک وقت شہر کراچی میں آٹھ، پورے ملک میں آٹھ سو محافل منعقد ہیں (ہر چند کہ تمام عاشقان رسول ﷺ ہند و پاک ہی میں نہیں رہتے) کیا نعوذ باللہ یہ استہزاء نہیں کہ آپ ﷺ ایک قدم اس محفل میں ہیں پھر دوسری پھر تیسری میں...!! اور اس اثناء میں جو مسلمان روضۂ اقدس پر پیش ہو کر۔

"الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وسلم)

کا تحفہ پیش کرینگے انکا سلام کون وصول کریگا۔؟ وہاں ایک نائب بھی موجود ہونا چاہئیے حالانکہ ایسا قطعاً نہیں۔ بعض حضرات تو اولیاءً اللہ کے بارے میں بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ حتی کہ انکے نزدیک پیر فقیر اپنے مزار شریف پر بیٹھنے والے پرندوں کی جنس تک سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ ہمیں انکی سخاوت پر تعجب ہے کہ کسی فیاضی سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ یکتا کو مخلوق میں تقسیم کرتے پھرتے ہیں۔

علماء اہلسنت کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

قال علمآءنا من قال ارواح المشائخ حاضرۃ تعلیم یکفّر فتاویٰ بزازیہ عالمگیری (ص ۳۲۶)	علماء نے فرمایا کہ جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہیں۔ وہ جان لے کہ اس نے کفر کیا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کا ولی ہوتا ہے بعد کے نبیوں میں سے میں اپنے جدّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم...(الآیہ) (البقرۃ: آیت ۱۲۹)	اے ہمارے پروردگار! بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کا۔

جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو نہ حاضر وناظر تھے نہ عالم الغیب کلامِ پاک میں قومِ لوط کی تباہی کے واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب دو فرشتے بصورتِ انسان آپ کے پاس مہمان ہوئے تو انہوں نے سلام کیا۔ آپ نے جواب دیکر دل میں کہا:

قومٌ منکرُون...(الایہ)	کوئی اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہیں

پھر انھیں بٹھا کر بچھڑا بھون لائے اور کھانیکی فرمائش کی۔ وہ فرشتے حضرت ابراہیمؑ کو خاموشی سے دیکھنے لگے۔ آپ نے پھر کہا کیوں نہیں کھاتے؟ انہوں نے پھر بھی کھانے کو ہاتھ نہ بڑھایا۔ آپ ڈر گئے مبادا دشمن نہ ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تم کون ہو...؟؟ ہمارے ہاں کھانا کیوں نہیں کھاتے...؟؟

قالوا لا تخف انا ارسلنا الی قوم لوط ○ (ھود: آیت ۷۰)	وہ بولے مت ڈر ہم بھیجے گئے ہیں قوم لوط کیطرف۔

انسانی صورت میں موجود فرشتوں کو جلیل القدر نبی نہیں پہچان پا رہے یہ کس بات کی دلیل ہے...؟ حالانکہ حاضر و ناظر جانتا ہوتا ہے کہ یہ ابھی آسمان سے اتر کر فلاں راستے سے میرے پاس پہنچے ہیں۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام حاضر و ناظر ہوتے تو ملک بابل سے ہجرت کر کے شام جانا کیا معنی...؟ پھر شام سے بار بار اپنے لختِ جگر و رفیقہ ءحیات کی ملاقات کیلئے مکہ مکرمہ تقریباً (21,000 میل) کیوں تشریف لیجاتے رہے...؟

الغرض اس باطل عقیدے کی رو سے انبیاء علیہ السلام کی ہجرت اور نقل و حرکت سب باطل ٹھہرتی ہے۔ اب آیئے موضوع کیطرف! اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو ہجرت مدینہ، نیز

معراج میں مکہ سے مسجد اقصیٰ روانگی، وہاں تمام انبیاء کا صف کی صورت میں آپ ﷺ کا منتظر ہونا، پھر امامتِ انبیاء کے بعد سورۃ المنتہی جانا، اسی طرح جنگِ بدر، خیبر، حُنین وطائف کا سفر اور پھر حج کیلئے جاتے ہوئے راستہ میں مشرکین مکہ کا روک لینا اور صلح حدیبیہ کی صورت میں واپسی، مدینہ طیبہ کی ایک گلی سے دوسری گلی، ایک ایک سردار کے پاس دعوت اسلام لیکر جانا، حتیٰ کہ اس عقیدے کی بنیاد پر العیاذ باللہ آپ ﷺ کا مہاجر ہونا ہی باطل ٹھہرتا ہے۔

انبیاء علیہ السلام کا حاضر وناظر نہ ہونا اور امر غیب سے عاری ہونا حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ کی صورت میں بھی موجود ہے۔

قالوا یالوط انا رسل ربک لن یصلوٓا الیک...(الآیہ) (ھود: آیت ۸۱)	وہ فرشتے بولے اے لوط...! ہم تو (انسان نہیں بلکہ) تیرے رب کے فرشتے ہیں یہ قوم والے ہرگز تجھ تک نہ پہنچ سکیں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام جلیل القدر نبی ہیں اور بیٹے (حضرت یوسف علیہ السلام) کو بھی عنقریب نبوت ملنے والی ہے پھر انکی جدائی میں رونا کیا معنی...؟ جبکہ حاضر وناظر اور عالم الغیب

ہونے کے ناطے انہیں معلوم ہو جاتا کہ قریب ہی کنویں میں یوسف موجود ہیں اور پھر مختار کل ہونے کے ناطے وہ انہیں پلک جھپکتے ہی اٹھا بھی لیتے جب انبیاء علیہ السلام میں یہ صلاحتیں مفقود ہیں تو پھر چودھویں صدی کے پیرو فقیر کیونکر جھولی بھر بھر کے دینے لگے...؟ یاڈوبی کشتی پار لگانے لگے...؟ یا بیٹے عطا کرنے لگے یا بگڑی بات بنانے لگے...؟ جبکہ علماء اھلسنت کا عقیدہ ہے کہ تمام اولیاء، غوث، قطب، ابدال ملکر ایک ادنیٰ سے صحابیؓ کے گھوڑے کی ٹاپ کی دھول کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ بعض لوگ بڑی ڈھٹائی سے کہدیتے ہیں کہ اجی ہم تو بات آنحضرت ﷺ کی ذات کے متعلق کر رہے ہیں اس میں سابقہ انبیاء کی مثالیں کیونکر دیتے ہو...؟ تو بھائی اسکا جواب یہ ہے کہ خالق و مخلوق کے درمیان جو روابط ہیں اس معاملے میں تمام انبیاء کا درجہ برابر ہے لیکن رتبہ کے لحاظ سے تکریم بڑھی ہوئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کلام پاک میں جہاں کہیں تمام نبیوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے وہاں لازماً یہ قید لگائی گئی ہے:

لا نفرق بین احد منھم ...(الآیہ) (سورۃ بقرۃ: آیت ۱۳۶)	ہم ان (انبیاء) میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ مچھلی اُچھل کر پانی میں جا گری اور آپ بے خبر ہیں۔ دو تین کوس آگے پڑاؤ ڈالکر خادم سے پوچھ رہے ہیں کہ ہمارا ناشتہ کدھر ہے...؟ پھر حضرت خضر سے ملاقات ہوئی اور انکے ماورائے عقل تکوینی امور دیکھکر حیرت کا اظہار کیا تو اللہ پاک حضرت خضرؑ کا جواب اپنی کتاب میں نقل کر کے ہمیں عقیدے کی پختگی کی دعوت دے رہا ہے۔

وما فعلتہ عن امری ٥ (الکھف: آیت ۸۲)	کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا وحی (الہام) سے ایسا ہوا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عظیم بادشاہت اور تخت و تاج کے قصّے چہار سوئے عالم میں مشہور ہیں حتیٰ کہ پرندوں کی بولی سی لیکر جنات تک پر تسخیر حاصل تھی آپ بھی حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہونے سے برأت کا اعلان کرتے نظر آتے ہیں۔

ومالی لآاری الھدھد ط ام کان من الغآئبین ٥ (النمل: آیت ۲۰)	کیا ہو گیا ہے کہ مجھے (آج) ہُدہُد نظر نہیں آتا یا وہ غائب ہے۔

جب آپ ﷺ معراج سے لوٹے تو مشرکین مکہ نے امتحاناً بیت المقدس کی نشانیاں پوچھنا شروع کر دیں کہ فلاں چیز کیسے اور کہاں ہے...؟ آپ ﷺ فرماتے

ہیں کہ مجھے معلوم نہ تھا (اور نہ ہی میرے جانیکی یہ غرض تھی) سو کفار نے بھبتی اڑائی اور آپس میں ٹھٹھہ کرنے لگے۔ آپ ﷺ کے الفاظ سُنیئے:

فکربت کربۃ ماکربت مثلہ قط۔ (مسلم شریف۔ ص ۹۴)	میں اسقدر پریشان ہوا کہ اس سے پہلے کبھی پریشان نہ ہوا تھا۔

پھر اللہ پاک نے تھوڑے وقت کیلیئے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا مشرکین جو پوچھتے میں دیکھ کر جواب دیتا جاتا۔

عقیدئہ حاضر وناظر کے بارے میں تو صحابۂ کرامؓ کا طرزِ عمل دیکھکر ہی لائحہ عمل طے کیا جاسکتا ہے۔ (صحیح بخاری۔ ص ۵۶۸) میں واقعہ نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ۴ھ میں حضرت عاصمؓ کی سرکردگی میں نو صحابہؓ کا سرایہ بھیجا مقام ہُدہ پر قبیلہ بنو لحیان نے انھیں گھیر کر آٹھ افراد کو موقع پر ہی شہید کر دیا اور سالارِ قافلہ (حضرت عاصمؓ) کو مکہ لیجا کر تختہ ء دار

پر لٹکا دیا۔ آپکی زبان پر شہادت کے وقت یہ الفاظ تھے۔

اللھم اخبر عنا نبیّک	اے اللہ! ہمارے حالات سے نبی کریم ﷺ کو آگاہ کر دے۔

اسی طرح بخاری شریف میں (ص۔۵۸۶ پر) روایت ہے کہ ۴ھ میں مشرکین کا وفد (ایک سازش کے تحت) آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کچھ لوگ مانگے کہ اپنے علاقے میں دینِ اسلام کی تبلیغ کروانی ہے۔ آپ صلعم نے اصحابِ صُفّہ میں سے ستر (۷۰) صحابہکرامؓ کو منتخب کر کے اسکے ساتھ روانہ کر دیا جب یہ لوگ بیئر معونہ پہنچے تو ان کافروں نے ایک (لنگڑے) صحابیؓ کے علاوہ باقی سب کو شہید کر دیا۔ آپ ﷺ اس واقعے کے بعد بہت ہی مغموم ہوئے اور ایک ماہ تک صبح کی نماز کے رکوع میں اس قوم کیلیئے بد دعا بھی کی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ حاضر وناظر اور عالم الغیب ہوتے تو آپ ﷺ نے مشرکوں کو سازش کرتے ہوئے دیکھا اور سنا ہوتا اور ان کے ناپاک عزائم سے پیشگی مطلع ہوتے آپ ﷺ نے اپنے مخلص احباب کو کیونکر ان وحشی درندوں کے حوالے کیا...؟ کیا اس عقیدے کی بنیاد پر نعوذ باللہ یہ اپ ﷺ پر الزام نہیں...؟؟

بخاری شریف (ص۔ ۶۱۰) میں روایت ہے کہ ۷ھ میں فتح خیبر کے موقع پر ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر بطور تحفہ رسول اللہ ﷺ کو بھیجا آپ ﷺ نے بھی چند لقمے کھائے اور بعض صحابہؓ نے بھی وہ گوشت کھایا چنانچہ حضرت بشر بن براءؓ کی شہادت بھی اسی گوشت کیوجہ سے ہوئی۔ روایت کے آخر میں ہے۔

وتوفیٰ اصحابہ الذین اکلوا من الشاۃ...الخ (مشکوۃ شریف۔ ص ۵۴۲)	آنحضرت ﷺ کے وہ صحابہؓ کرام جنہوں نے وہ زہر آلود بکر کھائی تھی وفات پا گئے۔

ابو داؤد (ص ۲۴۶) اور سُنن دارمی وغیرہ میں مذکور ہیکہ چند لقمے کھا چکنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

"اسے مت کھاؤ۔ کیونکہ یہ بوٹیاں مجھے بتلا رہی ہیں کہ ہمارے اندر زہر ہے"

اصول فقہ کا قاعدہ ہیکہ جب، کوئی شخص خود کسی چیز کا اقرار کر لے تو وہ چیز وجوب کے درجے میں ہوتی ہے۔ اب سُنیئے:

بخاری شریف(۱۰۶۳)اور مسلم شریف (ص ۷۴) میں یہ حدیث مذکور ہے۔ حضرت اُمِّ سلمہ ؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

"میں بشر ہوں اور تم میرے پاس اپنے جھگڑے لیکر آتے ہو، ممکن ہیکہ تم میں کوئی شخص اپنی چرب زبانی سے اپنے جھوتے دعوے اور مقدمہ کو سچا کر دکھائے اور میں غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اسکے حق میں فیصلہ کر دوں تو اسکو یوں سمجھے کہ جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا ہے جو اس نے لیا ہے۔ لہٰذا میرے سامنے سچی بات کہنا" ملا علی قاریؒ شرح مرقات میں لکھتے ہیں کہ اگر آپکو علم غیب حاصل ہے تو پھر حقیقت کو نہ پہچاننے کا کیا مطلب...؟

کیا عالم الغیب پر بھی کوئی بات مخفی رہ سکتی ہے؟

مسلم شریف(۱۰۷) میں ہیکہ آپ ﷺ نے جنگِ احزاب کے موقع پر حضرت حذیفہ ؓ کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجتے ہوئے فرمایا:

قُم یَا حذیفۃ فأتنا بخبر القوم	اے حذیفہ ؓ! تو کھڑا ہو اور ہمیں دشمن کے حالات سے آگاہ کر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ راستے میں کھجور کا ایک دانہ پایا آپ ﷺ نے فرمایا اگر مجھے یہ ڈر نہ ہو کہ یہ صدقہ کا ہوگا تو میں اسکو اٹھا کر کھا لیتا۔(بحوالہ مسلم شریف ص ۳۴۴، بخاری ص ۳۲۸)

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرۃؓ نظر نہ آئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا:

مَن احسَّ الفتٰی الدوّسی۔ (ابوداؤد ص ۲۹۵)	اس دوسی نوجوان کا کسی کو علم ہے...؟

فریق ثانی کو غلطی اس بات پر ہوئی ہیکہ وہ کلامِ پاک میں لفظ شاھد سے حاضر وناظر کا معنی لیتے ہیں حالانکہ ایسا قطعاً نہیں۔ مثلاً سورۂ بقرۃ میں ہے:

وکذلک جعلنٰکم اُمّۃ وسطاً لتکونوا شھدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدًا۔ (البقرۃ آیت ۱۴۳)	اور اسی طرح ہم نے بنایا تمکو اُمت معتدل تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو (بروزِ قیامت) اور رسول ہو تم پر گواہی دینے والا (یعنی گواہِ صفائی)

یہی مضمون سوئہ حج میں اس طرح ہے:

لیکون الرسول شھیدًا علیکم و تکونوا شھد آء علی الناس...(الآیہ) (سورہ حج آیت ۷۸)	تا کہ رسول ہو بتلانے والا تم پر اور تم ہو بتلانے والے لوگوں پر۔

اور آلِ عمران میں یوں بیان فرمایا:

شھد اللہ اَنّہ لآ الہ الاّھو۔ والملٰئکۃ واُولو العلمِ۔(الآیہ) (آل عمران آیت ۱۸)	اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے اسکے۔ اور فرشتوں نے اور علم والوں نے۔

اگر لفظ شاھد و شھید سے یہی معنی مراد لیا جائے تو پھر اس لحاظ سے امت کا ایک ایک فرد حتیٰ کہ ملائکہ وغیرہ سبھی حاضر وناظر ہوئے۔ اب آیئے دوبارہ موضوع کی طرف!

تبوک سے واپسی پر رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی مسلمانوں کے خلاف مغلظات بکتا آرہا تھا۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سن کر اپنے چچا کو بتلادیا یہ بات آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تک جا پہنچی چنانچہ زیدؓ

کو طلب کیا گیا انہوں نے سارا واقعہ آنحضرت ﷺ کے گوش گزار کر دیا پھر منافق کو بلوایا اس نے قسم کھا کر ایسی چرب زبانی سے بات بنائی کہ توبہ توبہ بھلا آپ (ﷺ) خود سوچئے آیا میں ایسا کہہ سکتا ہوں...؟ اب حضرت زیدؓ کے الفاظ سنئیے:

فکذبنی رسول اللہ ﷺ وصدقہ فأصابنی ھم لم یصبنی مثلہ قط۔ (بخاری)	یعنی رسول اللہ ﷺ نے مجھے جھوٹا جانا اور اسے (منافق کو) سچا ٹھہرایا اس پر مجھے اسقدر شدید رنج پہنچا کہ اس سے پہلے کبھی نہ پہنچا تھا۔

پھر اللہ جل شانہ بذاتِ خود تمام معاملے سے پردہ اٹھا دیتے ہیں:

واللہ یشھدُ ان المُنافقین لکٰذبون۔ اتّخذوا ایمانھم جُنّۃ۔ (الآیہ) (المنافقون آیت ۲)	اور اللہ گواہی دیتا ہیکہ یہ منافق جھوتے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔

ان آیاتِ مبارکہ کے نزول پر آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ کو بلوایا اور فرمایا:

اے زید! بیشک اللہ نے تو تیری تصدیق فرمادی ہے۔	ان اللہ قد صدقک یازید۔

پھر حضرت رفاعہؓ کا واقعہ بھی اسی طرح ہیکہ آپؐ کے گھر میں چوری ہو گئی اور چور نے آپ ﷺ کے سامنے جھوٹے حلف اور چرب زبانی سے جان بخشی کروالی۔ اللہ کو یہ منظور نہ تھا لہٰذا اللہ خود وضاحت فرمارہا ہیکہ چور بشیر نامی منافق ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمادیا:

اور تجھکو سکھلائیں وہ باتیں جو تو نہ جانتا تھا۔	وعلمک مالم تکن تعلم۔ (الآیہ) (النساء آیت ۱۱۳)

اگر لفظ شاھد و شہید سے یہی معنی مراد لیے جائیں کہ آپ ﷺ ظاہر و باطن سے آگاہ و واقف ہیں تو ذرا کوئی صاحبِ بصیرت کلامِ پاک کی اس آیت کا مفہوم تو سمجھادے:

اور کچھ مدینے والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حدِ کمال کو جا پہنچے ہیں آپ ﷺ انکو نہیں جانتے (بلکہ) ہم جانتے ہیں۔	ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم۔ نحن نعلمھم...(الآیہ) (التوبہ آیت ۱۰۱)

حضرت جُبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر (تقریباً سوا لاکھ سے اوپر) صحابہ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ایھا الناس انی واللہ لا ادری لعلی لا القاکم بعد یومی ھذا ابمکانی ھذا الحدیث۔ (مسند دارمی ص ۴۱)	اے لوگو! خدا کی قسم میں نہیں جانتا، شاید کہ میں تم سے آج کے بعد اس جگہ ملاقات نہ کرسکوں۔

اگر آپ ﷺ اپنے صحابہؓ سے خصوصاً میدان عرفات میں ملاقات کے لئے حاضر نہیں ہوسکتے تو پھر موصوف طاہر القادری سے کراچی ایئرپورٹ پر ملاقات اور وعظ ونصائح کیا معنی...؟

موطا امام مالک (ص ۷۵) میں یہ حدیث نقل ہیکہ ایک غریب عورت بیمار ہوگئی۔ آنحضرت ﷺ کو جب اسکی بیماری کا علم ہوا تو فرمایا اگر اسکی وفات ہوجائے تو مجھے اطلاع کرنا (تاکہ میں جنازہ پڑھاؤں) خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسکی وفات رات کو ہوگئی۔ صحابہؓ نے آپ ﷺ کو اسکی اطلاع دیئے بغیر ہی دفن کردیا۔ (آپ ﷺ کو اسکی وفات کا علم تک نہ تھا) صبح ہوئی تو بعض صحابہؓ نے آپ ﷺ کو اس بی بی کی وفات کی اطلاع دی کہ فلاں عورت رات کو دفن کردی گئی ہے آپ ﷺ کا جواب سنئیے!

الم اُمر کم ان توزنونی بھا	کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ مجھے ضرور اطلاع دینا...؟

صحابہؓ نے عُذر پیش کیا کہ رات کا وقت تھا آپ ﷺ آرام فرمارہے تھے ہم نے آپ ﷺ کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ پھر آپ ﷺ اسکی قبر پر تشریف لے گئے اور کھڑے ہو کر اسکے لئے دعا کی۔

اب حدیث پاک سُنیئے اور اپنے ضمیر سے فیصلہ کر کے بتلایئے کہ اسقدر اصح وکثیر حوالہ جات کی موجودگی میں حدیث کے خلاف عقیدہ رکھنا ظلم عظیم نہیں...؟

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ چند صحابہ کرامؓ کیساتھ باہر نکلے اور ایک قبر پر نظر پڑی تو پوچھا یہ کس کی قبر ہے...؟ صحابہؓ نے جواب میں عرض کیا:

مولاۃ بنی فلان فعرؔفھا رسول اللہ ﷺ۔	یہ بنی فلاں کی لونڈی کی قبر ہے تو (صحابہؓ کے بتلانے سے) آپ ﷺ نے اسکو پہچان لیا۔

پھر اسکی قبر پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھی اور ارشاد فرمایا:

لا یموتِ فیکم میّت مادمت بین اظہرکم الاآذنتمونی بہ... (سنن نسائی ص ۲۲۰)(ابن ماجہ ص ۱۱۱) (مسند احمد ص ۲۲۸)(طحاوی ص ۲۹۵)(سنن الکبریٰ ص ۴۲)	جس وقت تک میں تمہارے درمیان موجود ہوں کسی بھی میت کو مجھے اطلاع دیئے بغیر دفن نہ کیا جائے (کیونکہ میری دعا باعث رحمت ہے)

مشکوۃ شریف (ص ۸۶) میں حدیث نقل ہے:

جس وقت تک میں تمہارے درمیان موجود ہوں کسی بھی میت کو مجھے اطلاع دیئے بغیر دفن نہ کیا جائے (کیونکہ میری دعا باعث رحمت ہے)	اپنے گھروں کو قبر مت بناؤ (یعنی ان میں نماز پڑھو) اور میری قبر کو عید میلہ نہ بنا لینا اور مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ تم جہاں سے بھی درود پڑھو گے مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد نقل کیا ہے فرمایا:

ان للہ ملآئکۃ سیّاحین فی الارض یبلغونی من اُمّتی السلام۔ (سنن نسائی ص ۱۴۳)(مشکوٰۃ شریف ص ۸۶) (البدایہ والنہایہ ص ۵۴)(مسند احمد ص ۴۴۱)	بیشک اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین میں کچھ فرشتے اس کام پر مقرر ہیں کہ میری اُمت کیطرف سے مجھے سلام پہنچائیں۔

اب تیسری حدیث سُنیے! حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

من صلیٰ عند قبری سمعتہُ و من صلیٰ نائیًا ابلغتہ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۸۷)	جو شخص میری قبر کے پاس دُرود پڑھے گا میں اسے خود سنوں گا اور جو مجھ پر دُور سے درود پڑھے گا وہ مجھے پہنچایا جائیگا۔

مذکورہ بالا تینوں احادیثِ مبارکہ ثابت کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے درود وسلام کا تحفہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچانے کے لئے قدسی صفات نفوس (فرشتوں) کی ڈیوٹی لگائی ہے۔ اس سے دو باتوں کیطرف اشارہ ملتا ہے۔ اوّل یہ کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر نہیں ورنہ قبر مبارک سے دور اور قریب درود شریف پڑھنے کا ایک ہی حکم ہوتا کہ آپ صلعم بنفسِ نفیس خود سنتے۔ دوئم اسمین سلام کے قبولیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کیونکہ فرشتون نے اسکو قبول کیا اور اٹھا کر آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔ اور ہم ہیں کہ "صبا" کو درمیان میں واسطہ بنائے بیٹھے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے

اگر کسی روز صبا مدینہ کی بجائے کسی اور طرف چل دے تو اسے کون پوچھ سکتا ہے؟ دوسری بات جو ہم اپنے اطراف میں محسوس کرتے ہیں وہ یہ کہ مساجد میں باآواز بلند مع ایکو ساؤنڈ درود وسلام کے نام پر اسقدر شوروغل ہیکہ الامان والحفیظ... حالانکہ یہ بات آداب مسجد کے یکسر منافی ہے۔

اگر کوئی شخص سنن ونوافل کی ادائیگی میں مشغول ہے اسکا دھیان بٹ کر رہ جائے۔ جن بڑے ہسپتالوں کے ساتھ ملحقہ مسجد میں سلام کا تحفہ پیش کیا جا رہا ہے انکے مریضوں پر کیا بیتے گی؟ حالانکہ شریعت مطہرہ میں یہ ادب بھی مذکور ہیکہ سوتے ہوئے شخص کے

نزدیک کلامِ پاک بھی آہستہ آواز سے پڑھا جائے۔ کوئی بھلا مانس ان نقائص کی طرف متوجہ بھی کرے تو اس "گستاخی" کے سبب غریب کے مسلمان ہونے میں ہی شک کیا جانے لگتا ہے۔ ایک سادہ سی بات ہیکہ "عقیدۂ حاضر وناظر" کی موجودگی میں اسقدر شور شرابہ بذات خود ایک بڑی گستاخی ٹھہرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو بھی اس معاملے میں تنبیہہ فرمائی ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعضٍ...(الآیہ) (الحجرات آیت ۲)	اے ایمان والو اپنی آواز کو نبی (ﷺ) کی آواز سے بلند مت کرو۔ اور نہ ان سے ایسے زور (بے تکلفی) سے کلام کرو جیسے آپس میں ایکدوسرے سے کرتے ہو۔

دوسری جگہ یہی مضمون یوں بیان فرمایا:

لا تجعلوا دعآءَ الرسول بینکم کدعآء بعضکم بعضًا...(الآیہ) (النور: آیت ۶۳)	مت سمجھو بلانا رسول (ﷺ) کا اپنے میں برابر اسکے جو بلاتا ہے تم میں ایکدوسرے کو۔

اب ہمارے ہاں چوکوں، بازاروں میں جس "تہذیب وشائستگی" سے یا رسول اللہ ﷺ کہا جاتا ہے وہ سب کو معلوم ہے پھر یہ کیا بھونڈا مذاق ہیکہ ہمارے بچپن میں کسی جمعہ کے دن لائٹ نہ تھی تو انتظامیہ مسجد نے سلام ہی "مؤخر" کر دیا۔ بہر حال...! اگر ہم حالت نماز ہی میں غور کر لیں تو ہماری رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ اللہ پاک نے نہ صرف ہمیں درود وسلام پڑھنے کا حکم دیا ہے بلکہ ساتھ ساتھ طریقہ بھی سکھلا دیا کہ باادب قبلہ رو بیٹھ کر درود پڑھا جائے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہیکہ جبتک آنحضرت ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے ہم التحیّات میں السلام علیک ایھا النبی، پڑھا کرتے تھے مگر جب آپ ﷺ کا وصال ہو گیا تو ہم اسکے بجائے، السلام علی النبی کہنے لگے۔ (صحیح بخاری ص ۹۲۶)

اب ایسا تو ہے نہیں کہ ہم بھی یونہی پڑھنے لگیں بلکہ صحابہ کرامؓ کے اس عمل سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ التحیات میں جو آنحضرت ﷺ کو خطاب کے صیغہ سے سلام کیا جاتا ہے وہ اس عقیدے پر مبنی نہیں کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر وموجود ہیں ہر شخص کے سلام کو خود سماعت فرماتے ہیں نہیں...؟؟ بلکہ یہ خطاب کا صیغہ اللہ تعالیٰ کے سلام کی حکایت ہے، جو آنحضرت ﷺ کو شب معراج میں فرمایا تھا۔

مزید طرفہ تماشہ محفل سلام ختم ہونے کے بعد اجتماعی دعا پر نظر آتا ہے ذرا سینے یااللہ حضور پرنُور ﷺ کی ذات پر کروڑوں سلام، فلاں، فلاں پر کروڑوں سلام شاہ احمد رضا خان پر کروڑوں سلام...! لیجئیے جناب مولانا صاحب نے تو محمود و ایاز کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا۔ یعنی کوئی امتیاز ہی باقی نہ چھوڑا کہ حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس کے لئے بھی کروڑوں سلام ہیں اور چودھویں صدی کے گروہی مولانا پر بھی اتنا ہی عدد استعمال ہوا ہے کیا کسی کی نظر اس خامی پر بھی جاتی ہے...؟؟ اگر یہی جرات کوئی غیر کرے تو...؟